© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سلام کی اہمیت اور غیر مسلم کو سلام کا حکم

سید جلال الدین عمری

سلام ۔ اسلامی تہذیب کا نشان

ایک انسان دوسرے انسان سے ملاقات کے وقت مسرت، خوشی اور تعلق خاطر محسوس کرتا ہے تو مختلف طریقوں سے اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے لیے ہر قوم میں مخصوص الفاظ اور کلمات بھی رائج ہیں۔ ان کا تعلق مذہب، سماج، معاشرتی روایات اور رسوم و رواج سے ہوتا ہے۔ اس لیے اسے تہذیب اور کلچر کا ایک اہم حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی تہذیب یہ ہے کہ 'السلام علیکم' کے الفاظ کے ساتھ ملاقات کی جائے اس میں 'رحمۃ اللہ وبرکاتہ' کا اضافہ بھی پسندیدہ سمجھا گیا ہے۔ اسی کو اصطلاح میں سلام کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں لفظ سلام کے استعمالات

سلام کا لفظ قرآن مجید میں جن مواقع پر آیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:۔

۱۔ امن و سلامتی کا وہ پیغام اور خوش خبری جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے نیک بندوں کو ملتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (النمل: ۵۹)
سلام ہے اس کے ان بندوں پر جن کو اس نے منتخب کیا۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ (صافات: ۱۸۱)
سلام ہے اللہ کے رسولوں پر۔

ان عمومی بیانات کے ساتھ سورۂ صافات میں بعض پیغمبروں کا نام لے کر ان پر سلام بھیجا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ (۷۹) — سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں

سَلٰمٌ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ (۱۰۹) — سلام ہے ابراہیم پر

سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ (۱۲۰) — سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر

سَلٰمٌ عَلٰی اٰلِ یَاسِیْن (۱۳۰) — سلام ہے الیاس پر

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے ان نیک بندوں کے لیے امن وسلامتی کی بشارت ہے۔

۲۔ جنت میں اہل جنت کو خدا کی طرف سے سلام نصیب ہوگا۔

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ٥ (یٰسین : ۵۸) — سلام کہا جائے گا انھیں رب رحیم کی طرف سے۔

۳۔ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں ارشاد ہے:۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰھِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ (ہود : ۶۹) — ہمارے فرستادے (فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس (حضرت اسمٰعیلؑ کی) خوش خبری لے کر پہونچے انھوں نے ابراہیمؑ کو سلام کہا اور انھوں نے بھی جواب میں سلام کہا۔

یہ مضمون سورۂ ذاریات میں بھی آیا ہے (۲۵) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے پیغمبروں کو فرشتے سلام کرتے ہیں اور پیغمبر اس کا جواب دیتے ہیں۔ دیگر احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔

۴۔ اللہ کے نیک بندوں کا جنت میں فرشتے سلام کے ذریعہ استقبال کریں گے۔ (النحل: ۳۲) وہ ہر طرف سے انھیں سلام کریں گے (الرعد: ۲۴) اہل جنت سلام کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔ (الحجر: ۴۶) خود اہل جنت بھی ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ (یونس : ۱۰)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کو اس کی طرف سے سلام کی سوغات ملتی رہتی ہے۔ فرشتے، پیغمبر اور اہل جنت ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ اس طرح سلام محض ایک تہذیبی روایت یا معاشرتی طریقہ ہی نہیں بلکہ اس میں پاکیزگی، تقدس اور عظمت کے معانی پنہاں ہیں[1]

---

[1] 'سلام' جاہلوں سے اعراض کا ایک مہذب اور شریفانہ طریقہ بھی ہے۔ قرآن مجید کی ہدایت ہے:۔
فاصفح عنہم وقل سلام فسوف یعلمون۔ (الزخرف : ۸۹) — پس ان سے درگزر کرو اور کہو سلام ہے۔ جلد ہی انھیں معلوم ہو جائے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلام کا معنی و مفہوم

سلام میں ہر طرح کے نقص اور عیب سے پاک ہونے کا تصور ہے۔ اسی پہلو سے اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ایک "السلام" بھی ہے (الحشر: ۲۳) اس لیے کہ اس کی ذات بے عیب اور ان تمام کمزوریوں اور خامیوں سے مبرّا اور منزّہ ہے جو مخلوق میں پائی جاتی ہیں۔ سلم کا لفظ حرب کا ضد ہے جس کے معنی جنگ کے ہیں۔ اس طرح سلم میں نجات اور سلامتی، امن و صلح اور اذیت سے محفوظ رہنے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اس میں دعا کے معنی بھی موجود ہیں۔ "السلام علیکم" کے کلمات سے ملاقات کے آغاز کا مطلب یہ ہے کہ یہ ملاقات اس خدا کے نام سے ہو رہی ہے جو انسان کے ظاہر و باطن، اس کے خیالات و عزائم اور اعمال و افعال سے واقف ہے۔ تمہیں مجھ سے خوف اور اندیشہ محسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف اور گزند نہیں پہونچے گی۔[1]

سلام کو عام کرنے کا حکم

بکثرت احادیث میں سلام کو عام کرنے کا حکم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اعبدوا الرحمٰن واطعموا — رحمٰن کی بندگی کرو (بھوکوں کو) کھانا کھلاؤ

---

[1] اہلِ کتاب کے نیک اور صالح افراد کے بارے میں ارشاد ہوا۔

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۔ (القصص: ۵۵)

جب وہ لغویات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں اور تم اپنے اعمال کے۔ تم کو سلام ہے۔ ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے

اہلِ ایمان کی خوبی یہ بیان ہوئی ہے۔ اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما (الفرقان: ۶۳) جب ان سے جاہل الجھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں تمہیں سلام ہے۔

یہ سلامتی اور رحمت کی دعا کا سلام نہیں بلکہ بے تعلقی اور علاحدگی کا سلام ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو جب ان کے باپ آذر نے سنگسار کرنے کی دھمکی دی تو انھوں نے فرمایا۔ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا۔ (مریم: ۴۷) سلام ہے آپ کو میں اپنے رب سے آپ کے لیے مغفرت کی دعا کروں گا۔ بے شک وہ مجھ پر مہربان ہے۔

یہ سلام اظہار برأت کے لیے تھا۔ اس طرح کے سلام کے لیے ہر زبان میں مناسب الفاظ موجود ہیں۔ ایسے موقع پر ہماری زبان میں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الطعام وافشوا السلام — اور سلام کو عام کرو جنت میں سلامتی کے
تدخلوا الجنۃ بسلام [1] — ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

ایہا الناس افشوا السلام — اے لوگو! سلام کو عام کرو (بھوکوں
واطعموا الطعام وصلوا باللیل — کو) کھانا کھلاؤ اور رات میں جب لوگ
والناس نیام تدخلوا الجنۃ — سو رہے ہوں نماز پڑھو جنت میں سلامتی
بسلام [2] — کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

سلام مسلمانوں کے لیے ہے

یہ اور اس نوعیت کی دیگر احادیث [3] کے سلسلہ میں ایک سوال یہ ابھرتا ہے کہ کیا ان کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہے یا یہ مسلم اور غیر مسلم سب کے لیے عام ہیں۔ زیادہ تر علماء کی رائے یہ ہے کہ ان کے مخاطب مسلمان ہیں۔ انھیں آپس کے تعلقات میں جن باتوں کی ہدایت کی گئی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ملاقات کے وقت سلام کریں۔ بعض احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لاتدخلوا الجنۃ حتی — تم جنت میں نہیں داخل ہو گے تا آنکہ
تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی — ایمان نہ لاؤ گے اور ایمان (کامل) نہ لاؤ گے
تحابوا۔ اولا ادلکم — جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں
علی شیئ اذا فعلتموہ — تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اس پر عمل کرو
تحاببتم افشوا السلام — تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟

۔ کہا جاتا ہے بمعاف کیجیے ہم سلام کرتے ہیں۔ اس کے لیے السلام علیکم کے مسنون الفاظ استعمال نہیں ہوتے۔

[1] (صفحہ ۷ کا حاشیہ) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راغب، مفردات القرآن، مادہ سلم ص ۲۳۹ - ۲۴۱ - ابن اثیر، النہایہ فی غریب الحدیث: ۲/۱۶۲ - ۱۶۸ - ابن حجر، فتح الباری: ۱۱/۱۳۔

[1] ترمذی، ابواب الاطعمہ، باب ماجاء فی فضل اطعام الطعام۔ [2] ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب....

[3] اس سلسلہ کی بعض اور روایات اور ان کی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو راقم کا مضمون ''کم زور — اسلام کے سایہ میں''، مطبوعہ ماہنامہ زندگی۔ اگست، ستمبر ۱۹۷۵ء۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بینکم [1] وہ یہ ہے کہ اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔

یہ حدیث بتاتی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان سلام کا زیادہ سے زیادہ رواج ہونا چاہیے۔ اس سے اجنبیت اور دوری ختم ہوگی محبت بڑھے گی اور تعلقات مضبوط ہوں گے۔ اس سے علامہ قرطبی نے حسب ذیل استدلال کیا ہے۔

ھٰذا یقتضی افشاء ہ	یہ حدیث تقاضا کرتی ہے کہ سلام کو
بین المسلمین دون	مسلمانوں کے درمیان پھیلایا جائے
المشرکین [2]	نہ کہ مشرکین کے درمیان۔

اس مفہوم کی ایک اور روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ان السلام اسم من اسماء	بے شک سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں
اللہ تعالیٰ وضعہ اللہ فی الارض	سے ایک ہے جسے اس نے زمین پر نازل
فافشوا السلام بینکم [3]	فرمایا ہے لہٰذا تم اسے اپنے درمیان عام کرو۔

ایک روایت میں شناسا، غیر شناسا یا واقف ناواقف ہر ایک کو سلام کا حکم ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا 'ای الاسلام خیر' (بہترین اسلام کیا ہے؟) مطلب یہ کہ اسلام کا بہترین اظہار کن صفات کی شکل میں ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

تطعم الطعام وتقرأ	یہ کہ تم (بھوکے کو) کھانا کھلاؤ اور جسے
السلام علی من عرفت	جانتے ہو اور جسے نہیں جانتے ہر ایک
ومن لم تعرف [4]	کو سلام کرو۔

---

[1] مسلم، کتاب الایمان، باب بیان انہ لا یدخل الجنۃ الا المؤمنون الخ ابوداؤد، کتاب السلام، باب افشاء السلام۔ ترمذی، ابواب الاستیذان، باب ما جاء فی افشاء السلام۔

[2] قرطبی: الجامع لاحکام القرآن: ۵/۳۰۲۔

[3] الادب المفرد: ۲/۴۴۹ قال الحافظ سندہ حسن واخرجہ البزار والطبرانی من حدیث ابن مسعود مرفوعاً وموقوفاً فتح الباری: ۱۱/۱۳۔

[4] بخاری، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام وای الاسلام خیر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس حدیث کے ذیل میں امام نووی فرماتے ہیں :۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ان ہی لوگوں کو سلام نہ کرو جن سے تمہاری واقفیت ہے، جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں۔ (بلکہ ہر ایک کو سلام کرو) لیکن یہ حکم مسلمانوں کے لیے ہے۔ غیر مسلم کو سلام کرنے میں پہل نہیں کی جائے گی[1]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ غیر مسلم کو بھی سلام کیا جاسکتا ہے (اس لیے کہ سلام کو عام کرنے کا حکم ہے) لیکن حدیث میں اس کی دلیل نہیں ہے، اس لیے کہ سلام اصلاً مسلمانوں کے لیے مشروع ہے۔ حدیث کا تعلق ان ہی سے ہے۔ 'من عرفت' (جس سے تم واقف ہو) سے مراد مسلمان ہے۔ 'من لم تعرف' (جس سے تم واقف نہ ہو) اس کی دو شکلیں ہیں۔ ایک یہ کہ عدم واقفیت کے باوجود اگر وہ مسلمان ہے تو اسے سلام کرنے میں پیش قدمی کی جائے گی، لیکن اگر اس کے مسلمان ہونے کا علم نہیں ہے تو احتیاطاً سلام کیا جائے گا جب تک کہ یہ بات معلوم نہ ہو جائے کہ وہ غیر مسلم ہے[2]

یہی بات علامہ عینی نے بھی کہی ہے۔

حدیث میں سلام کو عام کرنے کا اشارہ ہے لیکن اس میں جو عموم ہے وہ مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے (دوسرے لفظوں میں حدیث کا منشا یہ ہے کہ سلام کو صرف مسلمانوں کے درمیان عام کیا جائے) کافر کو سلام کرنے میں پہل نہیں کی جائے گی[3]

غیر مسلموں کو سلام کرنے کی ممانعت

مسلمانوں کے درمیان سلام کو عام کرنے کے حکم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی غیر مسلم کو سلام نہیں کیا جاسکتا۔ اس نقطۂ نظر کی اصل دلیل حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] نووی: شرح مسلم ج ۱ جز ۲ ص ۱۰۔

[2] فتح الباری: ۱۱/ ۲۱

[3] عینی، عمدۃ القاری: ۱/ ۱۵۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لاتبدؤا الیہود والنصاریٰ	یہود و نصاریٰ کو سلام کا آغاز تمہاری
بالسلام فاذا لقیتم احدھم	طرف سے نہ ہو ان میں سے کسی سے
فی طریق فاضطروہ الی اضیقہ[1]	راستہ میں تمہاری ملاقات ہو جائے تو
	اسے اس کے تنگ حصہ میں چلنے پر مجبور کرو۔

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پیش قدمی نہیں کی جائے گی اور انھیں راستہ کے کنارے چلنے پر مجبور کیا جائے گا۔[2]

ممانعت کی نوعیت

سوال یہ ہے کہ یہ حکم کیا مستقل نوعیت کا ہے یا اس وقت کے مخصوص حالات کے تحت دیا گیا ہے۔ رسول اللہؐ کے مدینہ منورہ پہونچنے کے فوراً بعد یہود کے ساتھ امن و امان، مذہبی آزادی اور باہمی تعاون کا معاہدہ ہوا[3] لیکن انھوں نے کبھی اس کی پاس داری نہ کی۔ اسلام دشمنی، سازشیں اور خیانتیں روز بروز بڑھتی ہی چلی جارہی تھیں۔ سلام و کلام میں ان کے غیر شریفانہ رویہ کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ان کی ان تمام حرکتوں کے باوجود قرآن نے درگذر کا حکم دیا (البقرہ: ۱۰۹) جب یہ سازشیں آخری حد کو پہونچ گئیں تو ان سے جنگ بھی ہوئی اور انھیں جلاوطن بھی کیا گیا۔ (الحشر: ۱-۵) اس طرح حالات کے لحاظ سے ان کے سلسلہ میں اسلام کے رویہ میں تبدیلی آتی رہی ہے۔

---

[1] مسلم، کتاب السلام، باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام۔ ترمذی، ابواب الاستیذان، باب ماجاء فی کراہیۃ التسلیم علی الذمی۔ ابوداؤد، کتاب السلام، باب فی السلام علی اہل الذمہ، مسند احمد: ۱۹/۴۷، حدیث نمبر ۹۹۲۱ مسند کی ایک روایت میں یہود کی جگہ مشرکین کا لفظ آیا ہے ۱۹/۱۵، حدیث نمبر ۹۷۲۴۔

[2] راستہ سے متعلق اس ہدایت کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ انھیں راستہ سے دھکا دے کر کنارے کر دیا جائے تاکہ وہ آسانی سے نہ چل سکیں بلکہ بھیڑ بھاڑ اور ازدحام ہو تو ان کے احترام میں خود کنارے ہو کر انھیں درمیانی راستہ نہ دیا جائے بلکہ اسی زحمت اور تنگی سے گزرنے دیا جائے۔ اگر راستہ کشادہ ہو اور کسی کے گزرنے میں کوئی زحمت نہ ہو تو وہ سب کے ساتھ چل سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں انھیں کنارے چلنے کا پابند بنانا بلاوجہ کی اذیت رسانی ہے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے۔ فتح الباری: ۱۱/۴

[3] معاہدہ کی تفصیل کے لیے دیکھی جائے۔ ابن ہشام: سیرۃ النبیؐ ۲/۱۱۹-۱۲۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوسکتا ہے کہ سلام میں پیش قدمی نہ کرنے اور راستہ میں ان کا احترام نہ کرنے کی ہدایت اسی طرح کے حالات میں دی گئی ہو۔ ظاہر ہے حالات کے بدل جانے کے بعد حکم بھی بدل جائے گا۔ اس کی تائید بعض صحابہ وتابعین کے عمل سے ہوتی ہے۔

غیر مسلم کو سلام کرنے کا ثبوت

روایت ہے کہ حضرت ابوامامہؓ کا راستہ چلتے ہوئے مسلمان، نصرانی، چھوٹے یا بڑے جس کسی کے پاس سے بھی گزر ہوتا سلام کرتے۔ جب ان سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ہمیں سلام کے عام کرنے اور پھیلانے کا حکم ہے[1]

بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوامامہؓ نے فرمایا کہ یہ مسلمانوں کے لیے برکت کی دعا اور ذمیوں کے لیے امن وامان کا اظہار ہے[2]

امام ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ سلف سے مروی ہے کہ وہ اہلِ کتاب کو سلام کیا کرتے تھے[3]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، ابو درداءؓ اور فضالہ بن عبیدؓ کے متعلق آتا ہے کہ وہ اہل کتاب کو سلام کرنے میں پہل کرتے تھے[4]

عون بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ محمد بن کعب قرظی نے بیان کیا کہ انھوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے دریافت کیا کہ ذمیوں کو سلام کرنے میں پیش قدمی کی جاسکتی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہماری طرف سے سلام کی ابتدا صحیح نہیں ہے البتہ ان کے سلام کا جواب دیا جائے گا۔ عون بن عبداللہ نے اس مسئلہ میں خود محمد بن کعب قرظی کی رائے دریافت کی تو انھوں نے کہا کہ انھیں آگے بڑھ کر سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے[5]

---

[1] قال الحافظ اخرجہ الطبری بسند جید۔ فتح الباری : ۱۱/۴۱۔

[2] ابن حجر، فتح الباری: ۱۱/۳۹۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن : ۱۱/۱۱۲۔

[3] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن : ۱۱/۱۱۲۔

[4] عینی، عمدۃ القاری : ۱۲/۱۹۔

[5] ابن حجر، فتح الباری : ۱۱/۳۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام اوزاعی سے سوال کیا گیا کہ ایک مسلمان کسی غیر مسلم کے پاس سے گزرتے وقت اسے سلام کر سکتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا اگر تم نے سلام کیا تو اس سے پہلے صالحین نے سلام کیا ہے اور اگر تم نے سلام نہیں کیا تو صالحین نے سلام نہیں بھی کیا ہے۔ (یعنی سلف سے دونوں طرح کے عمل منقول ہیں[1])

سماجی تقاضوں کے تحت غیر مسلم کو سلام کا جواز

ایک خیال یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان تو سلام کو ہر موقع اور ملاقات پر عام کرنے کا حکم ہے، غیر مسلموں کے بارے میں اس طرح کی ہدایت نہیں ہے، البتہ سماجی ضروریات اس کا تقاضا کر رہی ہوں تو انھیں سلام کیا جا سکتا ہے۔

حضرت علقمہؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ کچھ دہقان (ذمی) بھی شریک سفر تھے۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ان کا راستہ الگ ہو گیا اور وہ اس پر چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے انھیں سلام کیا۔ میں نے عرض کیا کہ ذمیوں کو سلام کرنا کیا ناپسندیدہ نہیں ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا کہ یہ تو حقِ صحبت ہے[2]۔

بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مسلمان کا اپنی کسی حاجت اور ضرورت کے تحت غیر مسلم کو سلام کرنا جائز ہے۔ قاضی عیاض کے بقول یہ حضرت علقمہ اور امام نخعی کا قول ہے[3]۔

---

[1] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۱/۱۱۲۔ نووی، شرح مسلم ج ۵ جز ۱۴ ص ۱۴۵۔

[2] قال الحافظ اخرجہ الطبری بسند صحیح، فتح الباری ۱۱/۴۱۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۱/۱۱۲۔ مصنف عبدالرزاق کی روایت میں علقمہ کے سوال اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے جواب کا ذکر نہیں ہے۔ ۶/۱۲ امام محمد کی روایت ہے کہ ایک ذمی نے جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ تھا۔ جدا ہوتے وقت، سلام کیا تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا تھا۔ کتاب الآثار ص ۱۲۸۔ (مطبع اسلامی لاہور ۱۹۱۱ء) علامہ ابوبکر جصاصؒ نے حضرت علقمہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ظاھرہ یدل علی ان عبد اللہ بداھم بالسلام لان الرد لایکرہ عند احد۔ احکام القرآن: ۳/۵۲۵ یعنی بظاہر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان لوگوں کو سلام کیا تھا، اس لیے کہ جہاں تک سلام کے جواب کا تعلق ہے وہ کسی کے بھی نزدیک ناپسندیدہ نہیں ہے۔ [3] نووی: شرح مسلم ج ۵ جز ۱۴/۱۴۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلیمان الاعمش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی سے کہا کہ ایک نصرانی طبیب کے ہاں میری آمد ورفت رہتی ہے کیا میں اسے سلام کر سکتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ جب تمہاری اس سے کوئی حاجت ہے تو سلام کرو۔[1]

حضرت ابراہیم نخعی کا قول علامہ قرطبی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

اذا کانت لک حاجۃ عند یہودی او نصرانی فابدأہ بالسلام۔	جب تمہیں کسی یہودی یا نصرانی سے کوئی حاجت درپیش ہو تو اس سے ملاقات کا آغاز سلام سے کرو۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

فبان بہذا ان حدیث ابی ھریرۃؓ..... اذا کان لغیر سبب یدعوکم الی ان تبدؤھم بالسلام من قضاء زمام او حاجۃ تعرض لکم قبلہم اوحق صحبۃ اوجوار اوسفر[2]	اس سے واضح ہوا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت (جس میں غیر مسلم کو سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے) کا تعلق بغیر کسی سبب کے سلام کرنے سے ہے، جیسے کسی حق کی ادائیگی یا کوئی حاجت جو تمہیں ان سے پیش آئے یا صحبت، ہمسائیگی اور سفر کا حق (اس طرح کا کوئی سبب ہو تو سلام کیا جا سکتا ہے)

فقہ حنفی میں کہا گیا ہے کہ ضرورت پر ذمی کو سلام کیا جا سکتا ہے۔ ہاں بغیر کسی ضرورت کے سلام کرنا ناپسندیدہ ہے۔ اسی طرح کہا گیا ہے کہ ضرورت کے تحت مصافحہ بھی جائز ہے لیکن بے ضرورت ناپسندیدہ ہے۔ بطور مثال ایک ضرورت یہ بیان ہوئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان یہ محسوس کرے کہ سفر سے واپسی کے بعد وہ اپنے نصرانی پڑوسی سے مصافحہ نہ کرے تو اسے تکلیف پہونچے گی تو اسے مصافحہ کرنا چاہیے۔[3]

اس طرح کے سماجی، معاشرتی، معاشی، طبی، علمی اور عملی ضروریات کی کوئی متعین

---

[1] جصاص، احکام القرآن: ۳/ ۵۲۶۔

[2] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۱/ ۱۱۲۔

[3] ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار: ۵/ ۲۶۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فہرست نہیں ہے، آدمی اپنے حالات اور ماحول کے لحاظ سے ان کا تعین کرے گا جہاں کسی ضرورت کا تقاضا ہو غیر مسلم سے ملاقات، سلام اور مصافحہ بلا کراہت جائز سمجھنا چاہیے۔

تالیفِ قلب کے لیے سلام کی گنجائش

ایک خیال یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں شاید تالیفِ قلب کے لیے غیر مسلموں کو سلام کرنے کی اجازت تھی لیکن جب اسلام کو اقتدار اور استحکام حاصل ہو گیا تو اس کی ضرورت نہیں رہی۔[1]

یہ بات اس وقت صحیح ہوگی جب کہ ہمیں یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ افشاء سلام کا حکم پہلے اور ممانعت کا بعد میں دیا گیا۔ لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ تالیفِ قلب کا مقصد غیر مسلموں کے قلوب کو اپنی زبان اور اپنے حسن سلوک سے اسلام کی طرف مائل کرنا۔ بتایا گیا ہے[2] یہ کوئی وقتی اور ہنگامی مقصد نہیں ہے بلکہ مضبوط سے مضبوط اسلامی حکومت قائم ہو جائے تو بھی باقی رہے گا۔ الّا یہ کہ ریاست میں کوئی غیر مسلم ہی نہ ہو۔ صحیح بات یہ کہ اسلام نے جن اعلیٰ اخلاقیات کی تعلیم دی ہے سلام اسی کا ایک حصہ ہے۔ اس پر اسی پہلو سے غور کرنا چاہیے۔

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مشترک مجمع کو سلام

اگر مجلس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں موجود ہوں تو سلام کیا جا سکتا ہے۔ اس کا ثبوت صریح حدیث سے ملتا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید، بدر سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ سواری گدھے کی تھی۔ اس پر زین اور فدک کی چادر پڑی ہوئی تھی۔ پیچھے آپ نے حضرت اسامہؓ کو بٹھا لیا۔ راستہ میں ایک ایسی مجلس سے گزر ہوا جس میں مسلمان، بت پرست مشرکین اور یہود تھے۔ ان میں مشہور منافق عبداللہ

---

[1] ابن حجر، فتح الباری : ۱/۵۶۔ عینی، عمدۃ القاری : ۱/۱۵۷۔

[2] ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار : ۵/۲۶۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بن ابی بھی تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی مجلس میں موجود تھے۔ جب آپ قریب پہونچے تو سواری کی گرد وغبار اڑنے لگی۔ عبداللہ بن ابی نے چادر سے اپنی ناک ڈھک لی اور کہا کہ ہم لوگوں پر گرد وغبار نہ اڑاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا اور سواری سے اتر گئے۔ ان لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی اور قرآن کی تلاوت کی۔ عبداللہ بن ابی نے اس کے جواب میں کہا۔ اگر آپ کی بات حق ہے تو اس سے اچھی کون سی بات ہوسکتی ہے لیکن آپ ہمیں ہماری مجالس میں آکر پریشان نہ کریں۔ آپ اپنے مقام پر جائیں ہم میں سے جو آپ کے پاس پہونچیں انھیں اپنی باتیں سنائیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنی باتیں ہماری مجالس میں پیش فرمائیں، ہم انھیں پسند کرتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمان اور مشرکین اور یہود ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور مار پیٹ شروع ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خاموش اور پرسکون رہنے کی تلقین فرمائی۔ پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس پہونچے۔ فرمایا۔ اے سعد! کیا تم نے ابوحباب (عبداللہ بن ابی) کی باتیں سنیں۔ اس نے یہ اور یہ کہا ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ اے اللہ کے رسولؐ اسے معاف فرمائیے۔ قسم خدا کی! اللہ نے آپ کو بڑا اونچا مقام عطا کیا ہے۔ مدینہ کے لوگوں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ اسے تاج پہنائیں گے (بادشاہ بنائیں گے) اللہ تعالیٰ نے اس حق کے ذریعہ جو اس نے آپ کو عطا کیا ہے، اس منصوبہ کو ختم کر دیا۔ اس وجہ سے اس کا دم گھٹنے لگا ہے اور یہ حرکت اس نے اسی وجہ سے کی ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے درگذر کر دیا[1]

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں۔ اس سے آپ کی دعوتی جدوجہد، مخالفین تک اسے پہونچانے کی فکر، آپ کا صبر، حلم اور عفو و درگذر اور چھوٹوں کی خبرگیری اور عیادت وغیرہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کی ملی جلی مجلس کو سلام کیا جاسکتا ہے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جب تمہارا گزر کسی ایسی مجلس پر ہو جس میں مسلم اور

---

[1] بخاری، کتاب الاستیذان، باب التسلیم فی مجلس فیہ اخلاط من المسلمین والمشرکین، کتاب المرضیٰ، باب عیادۃ المریض راکبا و ماشیا۔ مسلم، کتاب الجہاد، باب مالقی النبیؐ من اذی المشرکین و المنافقین۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غیر مسلم دونوں ہوں تو سلام کرو[1]

اس حدیث کی بنیاد پر امام نووی فرماتے ہیں کہ جس مجلس میں مسلمان اور کافر ہوں یا ایک ہی مسلمان ہو تو اسے سلام کیا جا سکتا ہے لیکن سلام کرتے وقت مسلمان کو مخاطب سمجھا جائے[2]

حضرت اسامہؓ کی اس حدیث میں جس مجلس کا ذکر ہے اس میں مسلمانوں میں عبداللہ بن رواحہؓ کی موجودگی کا تو ثبوت ملتا ہے لیکن یہ صراحت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان کو مخاطب سمجھ کر سلام کیا تھا۔ یہ بات ان احادیث کی بنیاد پر کہی گئی ہے جن میں غیر مسلموں کو سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے عرض کیا ان کا موقع و محل دوسرا ہے۔

اس سلسلہ کا ایک سوال یہ ہے کہ صرف غیر مسلموں کے مجمع میں دعوت و تبلیغ کے لیے جانا ہو تو کیا اسے سلام کیا جا سکتا ہے؟ میرے خیال میں اس کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ اس لیے کہ جب انفرادی نوعیت کی سماجی، معاشرتی اور طبی ضروریات کے تحت غیر مسلم کو سلام کرنے کی فقہاء کے ہاں اجازت ملتی ہے تو دین کے عمومی مفاد اور دعوت و تبلیغ کے لیے بھی اس کی اجازت ہونی چاہیے۔ اس سے تالیفِ قلب کا بھی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے، جس کی طرف بعض فقہاء نے اشارہ کیا ہے۔

سلام کے جواب کا حکم

اب سلام کے جواب کے مسئلہ کو لیجئے۔ اس کا حکم قرآن مجید میں ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا	جب تمہیں کوئی سلام کرے تو اسے
بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا	اس سے بہتر طریقہ سے یا کم از کم اسی طرح
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ	جواب دو۔ بیشک اللہ ہر چیز کا حساب لینے

---

[1] عبدالرزاق، المصنف: ۶/۱۶۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۱/۱۱۲

[2] نووی: شرح مسلم ج ۵ جز ۱۴ ص ۱۴۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حَسِيْبًا ۝ (النساء: ۸۶) والا ہے۔

اس آیت کی بنیاد پر علامہ قرطبی کہتے ہیں۔

اجمع العلماء ان	علماء کا اتفاق ہے کہ سلام کے ذریعہ
الابتداء بالسلام سنۃ	(ملاقات کی) ابتدا کرنا ایسی سنت ہے
مرغب فیہا وردہ فریضۃ [1]	جس کی ترغیب دی گئی ہے رہا اس کا جواب دینا تو یہ فرض ہے۔

اس آیت کے ذیل میں علامہ ابن کثیر کہتے ہیں۔

ای اذا سلم علیکم	یعنی جب تمہیں کوئی مسلمان سلام
المسلم فردوا علیہ افضل	کرے تو اس نے جن الفاظ میں سلام کیا
مما سلم اوردوا علیہ بمثل	ہے ان سے بہتر یا ان ہی کے مثل الفاظ
ما سلم فالزیادۃ مندوبۃ	میں جواب دو۔ سلام سے زیادہ الفاظ
والمماثلۃ مفروضۃ [2]	میں جواب دینا مندوب اور پسندیدہ ہے اور ان ہی کے مثل الفاظ میں جواب دینا فرض ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان نے 'السلام علیکم' کہا تو اس کے جواب میں 'وعلیکم السّلام' کہنا بھی صحیح ہے اور 'وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ' بھی کہا جا سکتا ہے پہلی صورت اسی کے مثل جواب کی اور دوسری صورت بہتر جواب کی ہے۔ کسی مسلمان نے 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ' کہا تو اس کے جواب میں 'وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ' کہنا اسی جیسا جواب ہوگا اور بہتر جواب یہ ہے کہ 'وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' کہا جائے۔ اگر کسی نے 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' کہا تو اس کے جواب میں 'وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' کہا جائے گا۔ اس میں مزید الفاظ کا اضافہ نہیں ہوگا۔

---

[1] قرطبی: الجامع لاحکام القرآن ۵/ ۲۹۸ [2] ابن کثیر: تفسیر القرآن العظیم ۱/ ۵۳۰

[3] یہ تفصیل ابن جریر، ابن مردویہ، طبرانی اور ابن منذر کی ایک روایت میں ملتی ہے لیکن اس میں ضعف ہے۔ علامہ سیوطی نے اسے حسن کہا ہے۔ تفسیر طبری: ۸/ ۵۹۰-۵۸۹ تحقیق محمود محمد شاکر ابن کثیر تفسیر ۱/ ۵۳۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان تفصیلات کا تعلق اسلام کے ماننے والوں سے ہے۔ سوال یہ ہے کہ غیر مسلم کے سلام کا بھی جواب دیا جائے گا یا نہیں؟ سورۂ نساء کی مذکورہ بالا آیت سے استدلال کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔

ردوا السلام علی من کان یہودیا او نصرانیا او مجوسیا [1] — سلام کا جواب دو چاہے وہ یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہو۔

علامہ ماوردی فرماتے ہیں کہ سلام کرنا نفل اور مستحب ہے لیکن اس کا جواب دینا فرض ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، قتادہ اور ابن زید کے نزدیک مسلم اور کافر دونوں کے سلام کا جواب دینا فرض ہے، لیکن حضرت عطاء کی رائے یہ ہے کہ مسلمان کے سلام کا جواب دینا تو فرض ہے کافر کے سلام کا جواب دینا فرض نہیں ہے۔[2]

علامہ قرطبی فرماتے ہیں ذمیوں کے سلام کا جواب دینے یا نہ دینے کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ جس طرح مسلمان کے سلام کا جواب دینا واجب ہے کیا اسی طرح ذمیوں کے سلام کا جواب دینا بھی واجب ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباس، شعبی اور قتادہ سورۂ نساء کی آیت سے تمسک کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ذمیوں کے سلام کا جواب دینا بھی واجب ہے، لیکن امام مالک، جیسا کہ اشہب اور ابن وہب نے ان سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ یہ واجب نہیں ہے۔ اگر جواب دیا بھی جائے تو صرف 'علیک' کہا جائے۔[3]

= حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' پر سلام ختم ہو جاتا ہے۔ اس پر اضافہ صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے اضافہ کیا تو اسے انھوں نے منع فرمایا۔ موطا، کتاب السلام، باب العمل فی السلام۔

[1] بخاری، الادب المفرد مع فضل اللہ الصمد: ۵۳۳/۲۔ اس کے ایک راوی عبداللہ بن ثور پر بعض محدثین نے جرح کی ہے لیکن یہی روایت کسی قدر اختصار کے ساتھ طبری نے بھی نقل کی ہے۔ اس کے راویوں میں مجروح راوی نہیں ہے۔ طبری کے الفاظ یہ ہیں۔ من سلم علیک من خلق اللہ فاردد علیہ وان کان مجوسیا۔ تفسیر طبری طبع جدید: ۸/ ۵۸۸۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے اس کی سند پر کوئی جرح نہیں کی ہے بلکہ اس کی توثیق کی ہے۔ فتح الباری: ۱۱/ ۴۲

[2] ماوردی، النکت والعیون: ۱/ ۴۱۱۔

[3] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۵/ ۳۰۴ نیز ملاحظہ ہو ۱۷/ ۲۹۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں مشرک کو سلام نہیں کیا جائے گا البتہ اس کے سلام کا جواب دیا جائے گا۔ امام محمد کے بقول یہی ہمارے عام فقہاء کا قول ہے[1]

امام نووی فرماتے ہیں شوافع کا مسلک یہ ہے کہ غیر مسلموں کو سلام کرنے میں پیش قدمی کرنا حرام ہے لیکن جواب دینا واجب ہے۔ البتہ جواب میں وعلیکم یا علیکم کہا جائے گا۔ اس سے زیادہ نہیں یہی اکثر علماء اور عام سلف کی رائے ہے[2]

غیر مسلم کے سلام کا جواب کس طرح دیا جائے؟

سلف میں سے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ سورۂ نساء میں سلام کا جواب بہتر طریقہ سے دینے یا سلام کے الفاظ دہرا دینے کا حکم ہے۔ ان میں سے پہلی صورت مسلمانوں سے اور دوسری صورت غیر مسلموں سے متعلق ہے۔

ابن زید کہتے ہیں۔

حق علی کل مسلم حیي بتحیة	جس کسی مسلمان کو بھی سلام کیا جائے
ان یحیی باحسن واذا حیاہ	اس پر واجب ہے کہ بہتر طریقہ سے جواب
غیر اهل اسلام ان یرد علیه	دے اور جب اسے اہل اسلام کے علاوہ
مثل ما قال[3]	کوئی دوسرا اسلام کرے تو اسی جیسا جواب دے۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں بہتر طریقہ سے جواب مسلمان کے لیے ہے اور سلام کرنے والے کے الفاظ ہی کو لوٹا دینا اہل کتاب کے لیے ہے[4]

آیت میں بظاہر مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے پیچھے یہ خیال ہو کہ ایک مسلمان کا اخلاقی حق غیر مسلم کے حق سے زیادہ ہے اس لیے ایک کافر کے سلام کا جن الفاظ میں جواب دیا جاتا ہے ان سے بہتر الفاظ میں مسلمان کے سلام کا جواب

---

[1] جصاص، احکام القرآن: ۳/ ۵۲۵

[2] نووی: شرح مسلم ج ۵ جز ۱۴ ص ۱۴۵

[3] طبری، جامع البیان: ۸/ ۵۸۸

[4] طبری، جامع البیان: ۸/ ۵۸۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیا جانا چاہیے۔

یہ تفصیلات بتاتی ہیں کہ اس امر میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غیر مسلم کے سلام کا جواب دیا جا سکتا ہے۔ بعض حضرات نے اسے ضروری بھی قرار دیا ہے البتہ یہ بحث ضرور ہے کہ جواب کن حدود میں ہو اور اس کے لیے کیا الفاظ استعمال کیے جائیں۔

سلام کرنے میں یہود کی شرارت اور اس کا جواب

ہمارے خیال میں اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ ایک غیر مسلم کا مجموعی رویہ کیا ہے اور کن الفاظ میں وہ سلام کرتا ہے۔ یہودِ مدینہ کی عداوت اور دشمنی بالکل نمایاں تھی جب بھی موقع ملتا ان کے بغض و عناد کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ سلام بھی کرتے تو نازیبا اور غیر شائستہ الفاظ استعمال کرتے تھے۔ قرآن مجید کا بیان ہے۔

وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (المجادلہ : ۸)	جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو سلام اس طرح کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ پر سلام نہیں بھیجا ہے اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ ہماری اس حرکت پر اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا جہنم ان کے لیے کافی ہے اس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

یہود کے اس رویہ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سلام کرنے سے منع فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ ان کے شرارت آمیز سلام کے جواب میں صرف یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ وہی کچھ کرے جو تم ہمارے ساتھ چاہتے ہو۔ احادیث میں اس کی تفصیل ملتی ہے۔ یہاں بعض احادیث پیش کی جارہی ہیں۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا۔

ان اھل الکتاب یسلمون علینا فکیف نرد علیھم قال	اہلِ کتاب ہمیں سلام کرتے ہیں ہم انھیں جواب کس طرح دیں۔ آپ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قولوا وعلیکم [1] فرمایا 'وعلیکم' کہہ دو۔

حضرت انسؓ ہی کی ایک اور روایت ہے۔

اذا سلم علیکم اھل الکتاب جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم

فقولوا وعلیکم [2] 'وعلیکم' کہو۔

بعض دوسری روایات سے اس جواب کی وجہ بھی معلوم ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا سلم علیکم الیھود فانما یہود تمہیں جب سلام کرتے ہیں تو 'السام

یقول السام علیکم فقل وعلیک [3] علیکم' کہتے ہیں۔ تم جواب میں 'وعلیک' کہہ دو۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ قریب سے گزرتے ہوئے ایک یہودی نے 'السام علیکم' کہا۔ خدمت میں جو صحابہؓ موجود تھے انھوں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اس نے کیا کہا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس نے سلام کیا تھا۔ آپ نے فرمایا نہیں! اس نے 'السام علیکم' کہا (تمہیں موت آئے یا تم اپنے دین سے اکتا جاؤ) اسے واپس بلاؤ تاکہ دریافت کیا جائے۔ اسے واپس بلایا گیا۔ دریافت کرنے پر اس نے اعتراف کیا کہ اس نے 'السام علیکم' ہی کہا تھا۔ آپ نے فرمایا جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم 'علیکم ما قلتم' کہو۔ (یعنی تم پر وہ چیز طاری ہو جس کی تم نے ہمارے لیے دعا کی ہے۔) [4]

ان روایات سے واضح ہے کہ یہود سلام کرنے میں بھی شرارتِ نفس اور خبثِ باطن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اس کا شریفانہ اور باوقار انداز میں جواب دینے کی ہدایت کی گئی کہ تمہارے یہ الفاظ تمہارے ہی لیے مبارک ہوں۔ تم ہماری تباہی اور بربادی کے آرزومند ہو۔ خدا تمہیں اسی سے دوچار کرے۔ اس سے آگے بڑھ کر جواب میں بدزبانی

---

[1] مسلم، کتاب السلام، باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام وکیف یرد علیہم۔ ابوداؤد، ابواب السلام، باب فی السلام علی اہل الذمہ۔

[2] بخاری، کتاب الاستیذان، باب کیف الرد علی اہل الذمہ۔ مسلم، کتاب السلام، باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب الخ۔

[3] بخاری و مسلم حوالۂ سابق۔

[4] رواہ البزار وابن حبان۔ فتح الباری: ۴۳/۱۱ و رواہ البخاری فی الادب المفرد مختصراً۔ ۵۳۲/۲۔ ۵۳۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور بد کلامی سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہود کے کچھ افراد آئے اور 'السام علیک' کہا۔ میں سمجھ گئی کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا 'علیکم السام واللعنۃ' (موت تمہیں آئے اور خدا کی لعنت تم پر ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ! صبر سے کام لو، درشت کلامی سے احتراز کرو، اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں رفق وملاطفت اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ انھوں نے جو کہا کیا وہ آپ نے نہیں سنا؟ آپ نے فرمایا میں نے سنا ہے اور اس کے جواب میں 'وعلیکم' کہہ دیا ہے۔ (یعنی موت اور اکتاہٹ تم پر آئے یہ جواب کافی ہے)[1]

جواب میں نازیبا الفاظ کے استعمال کی ممانعت

اس سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کی سازشوں اور ان کے طنز وتعریض سے اچھی طرح واقف تھے، آپ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ سلام کرتے وقت غیر مہذب الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن زبان مبارک جواب میں نامناسب کلمات سے پاک رہی۔ اسی کی تعلیم آپ نے صحابہ کرامؓ کو دی اور فرمایا ہم ان کے حق میں جو دعا کریں گے وہ تو قبول ہوگی لیکن وہ جو بد دعا کر رہے ہیں وہ قبول نہیں ہوگی[2] اس لیے کہ ہم مظلوم اور وہ ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت مظلوم کو حاصل ہوتی ہے اور ظالم اس سے محروم رہتا ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے یہود جس طرح 'السلام علیکم' کو زبان کی لوچ سے 'السام علیکم' کر دیتے ہیں اسی طرح ان کے جواب میں زبان کو گھما کر 'علیکم السلام' کہنا چاہئے۔ اس کے معنی ہیں تم پر پتھر پڑیں یا 'علاکم السلام' کہا جائے یعنی تم سے سلامتی اٹھ جائے لیکن جیسا کہ علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔ ذمیوں کو برا بھلا کہنا اور ان کے ساتھ بدزبانی کرنا جائز نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی تائید اس بات سے ہوتی

---

[1] بخاری، کتاب الاستیذان، باب کیف الرد علی اہل الذمۃ۔ مسلم، کتاب السلام، باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام الخ۔

[2] بخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبیؐ یستجاب لنا فی الیہود الخ۔ مسلم، کتاب السلام، باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام الخ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے جب انھیں برا بھلا کہنا چاہا تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔[1]

اوپر کی روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے بغض وعناد، ان کی شرارت اور ان کی بدزبانی اور بدکلامی کی وجہ سے انھیں سلام نہ کرنے یا ان کے سلام کا خاص طریقہ سے جواب دینے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن جہاں غیر مسلموں سے بہتر روابط ہوں اور وہ مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور مخاصمت کا رویہ نہ رکھتے ہوں وہاں اگر کوئی غیر مسلم، اسلامی تعلیمات یا اسلامی معاشرہ کے زیر اثر کسی مسلمان کو 'السلام علیکم' کے ذریعہ خطاب کرے تو جواب میں اس کا رویہ بھی بظاہر مختلف ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ حالات کے بدلنے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔ غالباً اسی وجہ سے بعض علماء نے ممانعت کے حکم کو ایسا حکم نہیں مانا ہے جو ابدی ہو اور جس پر عمل ہر حال میں لازم ہو۔ ان کے نزدیک غیر مسلم کے سلام کے جواب میں اسی طرح وعلیکم السلام کہا جاسکتا ہے جیسے مسلمان کے سلام کے جواب میں کہا جاتا ہے۔[2]

شوافع میں سے بعض کی یہ رائے ہے کہ وعلیکم السلام تو کہا جاسکتا ہے لیکن اس سے آگے 'ورحمۃ اللہ' کا اضافہ غلط ہوگا۔[3]

لیکن امام شعبی اسے غلط نہیں سمجھتے ایک نصرانی نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے جواب میں 'وعلیک السلام ورحمۃ اللہ' کہا اس پر اعتراض کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں جی نہیں رہا ہے؟[4]

سلام کے معاملہ میں ذمی اور حربی کا فرق

بعض حضرات نے اس معاملہ میں ذمی اور حربی کا فرق کیا ہے۔[5] یہ اس بات کی

---

[1] فتح الباری: ۱۱/۴۵

[2] حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وذهب جماعة من السلف الى انه يجوز ان يقال فى الرد عليهم وعليكم السلام كما يرد على المسلم۔ فتح الباری: ۱۱/۴۵۔ نیز ملاحظہ ہو عینی، عمدۃ القاری: ۱۸/۳۰۶

[3] نووی: شرح مسلم جلد ۵ جزء ۱۴ ص ۱۴۵

[4] زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/۵۵۰

[5] حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ وعن بعضهم التفرقة بين اهل الذمة واهل الحرب۔ فتح الباری۔ ۱۱/۴۵۔ نیز ملاحظہ ہو عینی، عمدۃ القاری: ۱۸/۳۰۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دلیل ہے کہ جو غیر مسلم اسلامی مملکت کے شہری ہیں، جن کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت اس کے ذمہ ہے اور جو اس کے امن و امان میں ہیں ان کے ساتھ سلام و کلام کا وہ انداز نہیں ہوگا جو ان لوگوں کے ساتھ اختیار کیا جا سکتا ہے جو اسلامی مملکت سے برسرپیکار ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ایک ذمی کو خط میں سلام لکھا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ کیا آپ غیر مسلم کو سلام لکھ رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا اس نے اپنے خط میں مجھے سلام لکھا تھا میں نے اس کا جواب دیا ہے[1]

مشہور محدث ابن عیینہ سے سوال کیا گیا۔

هل يجوز السلام على الكافر؟ کیا کافر کو سلام کرنا جائز ہے؟

انھوں نے جواب دیا 'نعم' ہاں دیا جا سکتا ہے اور پھر سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت پڑھی لا ينهاكم الله الآية جس میں کہا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک سے منع نہیں کرتا جنھوں نے تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں اپنے وطن سے نہیں نکالا۔ وہ تو ان لوگوں سے قریبی تعلق رکھنے سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے جنگ کی، تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور اس معاملہ میں دوسروں کی مدد کی"۔ (ممتحنہ: ۸-۹)

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حربی اور غیر حربی یا معاہد اور غیر معاہد کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن چونکہ غیر حربی کے ساتھ حسن سلوک سے منع نہیں کرتا اس لیے اسے سلام بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی حسن سلوک میں داخل ہے۔

غیر مسلم کو سلام کے لیے مناسب الفاظ

ایک خیال یہ بھی ہے کہ سلام اور اس کے جواب کے الفاظ مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں غیر مسلموں کے لیے دوسرے الفاظ استعمال کیے جانے چاہئیں۔ اس کی تائید میں وہ خط پیش کیا جاتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ روم ہرقل کو لکھا تھا۔ وہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم من محمد عبد الله ورسوله الى

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے جو اللہ

---

[1] بخاری، الادب المفرد: ۲/۵۲۹
[2] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۱/۱۱۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ھرقل عظیم الروم، السلام	کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ہرقل کی
علی من اتبع الهدیٰ۔ اما	طرف جو روم کا سربراہ ہے۔ سلام ہے اس
بعد.... [1]	شخص پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔ امابعد۔

محدث ابن بطال کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جن کے نزدیک اہل کتاب سے مراسلت میں وقت ضرورت انھیں سلام لکھنا جائز ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ والسلام علی من اتبع الهدیٰ کا سیاق وسباق دوسرا ہے۔ اس میں ایک اصولی بات کہی گئی ہے کہ جو حق اور ہدایت پر عمل کرے اس کے لیے سلامتی ہے۔ اس میں وہ شخص شامل نہ ہوگا جو حق کی اتباع نہ کرے۔ غیر مسلموں کو جو خطوط لکھے جائیں ان میں اس طرح کا عمومی انداز اختیار کیا جاسکتا ہے[2]

قتادہ کہتے ہیں اہل کتاب کے گھر جاؤ تو کہو 'السلام علی من اتبع الهدیٰ' (سلامتی ہے ہر اس شخص پر جو ہدایت کی اتباع کرے)[3] یہی بات امام ابویوسف نے کہی ہے[4] 'السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین' (سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر) جیسے الفاظ بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں[5]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ بعد میں آپ کو بتایا گیا کہ یہ شخص نصرانی ہے۔ آپ اس کے پاس گئے اور فرمایا کہ میرا سلام واپس کردو[6] امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے[7] بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کا

---

[1] بخاری، کتاب الاستیذان، باب کیف یکتب الی اہل الکتاب۔ گرامی نامہ کے پورے مضمون اور اس سلسلہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ بخاری، کتاب بدء الوحی، نیز۔ کتاب الجہاد، باب دعاء النبیؐ الناس الی الاسلام والنبوۃ۔

[2] فتح الباری: ۱۱/۴۷۔ نیز ۱/۳۸

[3] عبدالرزاق۔ المصنف: ۶/۱۲

[4] زمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/۵۵۰

[5] فتح الباری: ۱۱/۴۰

[6] بخاری، الادب المفرد: ۲/۵۳۹

[7] موطا، کتاب السلام، باب ماجاء فی السلام علی الیہود والنصاریٰ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی ایک فائدہ ہے۔ وہ یہ کہ غیر مسلم کے علم میں یہ بات آجائے گی کہ سلام کے مخصوص الفاظ غیر مسلموں کے لیے استعمال نہیں کیے جاتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خصوصاً جس شخص کے عمل کو لوگ نمونہ اور دلیل کے طور پر پیش کرتے ہوں اسے ایسا کرنا چاہیے تاکہ دوسرے اس سے احتراز کریں[1] حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے عمل کی اس سے توجیہ کی جاسکتی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ کو ایک شخص نے جو صورت شکل سے مسلمان لگ رہا تھا، سلام کیا۔ انھوں نے جواب میں 'وعلیك ورحمة الله وبركاته' کہا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص نصرانی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ اس کے پاس گئے اور کہا کہ اللہ کی رحمت مسلمان کے لیے ہے (لہٰذا یہ الفاظ اسی کے لیے استعمال ہوسکتے ہیں) پھر اسے دعا دی 'اطال الله حیاتك واكثر مالك وولدك' (اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے اور تمہارے مال واولاد میں اضافہ فرمائے[2]

علامہ زمخشری کہتے ہیں۔

ولا بأس بالدعاء له بما يصلحه في دنياه[3]	اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اسے دنیا کی صلاح اور بہتری کی دعا دی جائے۔

خلاصۂ بحث

ان تفصیلات سے واضح ہے کہ سلام اسلامی تہذیب کا شعار رہا ہے۔ زیادہ تر علماء سلف اس کے قائل ہیں کہ غیر مسلم کو سلام نہیں کیا جائے گا اور اس کے سلام کا جواب بھی وعلیك یا وعلیكم کی حد تک دیا جائے گا۔ اس سے زیادہ نہیں۔ لیکن سلف ہی میں جن اصحاب نے اس سے اختلاف کیا ہے ان کے نزدیک سلام کو عام کرنے کا حکم ہے اس لیے غیر مسلم کو بھی سلام کیا جاسکتا ہے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کا فرق صحیح نہیں ہے۔ بعض حضرات نے اس مسئلہ میں سماجی و معاشرتی تعلقات کو بھی اہمیت دی ہے۔ بعض نے

---

[1] فتح الباری: ۱۱/ ۴۶۔

[2] بخاری، الادب المفرد: ۲/ ۵۳۸۔

[3] الکشاف عن حقائق التنزیل: ۱/ ۵۵۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذمی اور حربی کا فرق کیا ہے اس لیے کہ خود قرآن میں یہ فرق موجود ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ غیر مسلموں کے لیے 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ' کے مسنون الفاظ کی جگہ ان کی ہدایت اور فلاح و کامیابی کی دعا کی جائے۔ ان سب رایوں کی روشنی میں ہمیں ایک ایسے معاشرہ کے بارے میں سوچنا چاہیے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کا ملا جلا اور مخلوط معاشرہ ہے، جہاں دونوں کے درمیان ثقافتی، سماجی، معاشی غرض مختلف نوعیت کے تعلقات موجود ہیں اور دونوں قانونی اور دستوری روابط میں بندھے ہوئے ہیں۔ اس طرح کے معاشرہ میں غیر مسلموں کو مسنون طریقہ سے سلام کیا جائے تو یہ مخالفِ سلف عمل نہ ہوگا۔ ہوسکتا ہے اس طرح وہ آہستہ آہستہ اسلامی آداب سے مانوس ہوتے چلے جائیں اور ان کی معنویت ان پر زیادہ بہتر طریقہ سے واضح ہو جائے۔ اس میں قباحت محسوس ہو تو ان کے لیے عزت واحترام اور محبت و خیر خواہی کے دوسرے الفاظ استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ البتہ اس بات کا ضرور خیال رکھنا ہوگا کہ تعلقات کے اظہار میں ایسے طریقے نہ اختیار کیے جائیں جو کسی دوسرے مذہب یا تہذیب کے مخصوص شعار کی حیثیت رکھتے ہوں اور ایسے الفاظ نہ استعمال کیے جائیں جو اسلامی عقائد سے متصادم ہوں۔

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی کی ایک اہم پیش کش

مولانا سید جلال الدین عمری کی کتاب

اسلام اور مشکلاتِ حیات

- اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں پر مشکلات اور مصائب کیوں آتے ہیں؟
- اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو ملی اور اجتماعی، شخصی اور انفرادی مشکلات سے کیوں گزارا جاتا ہے؟
- امراض، جسمانی تکالیف، مالی مشکلات، حادثات اور صدمات میں ایک مومن کا کیا رویہ ہونا چاہیے؟
- مرض اور مشکلات حیات میں خودکشی کیوں ناجائز ہے؟
- مرض کی شدت میں کسی کی جان کیوں نہیں لی جاسکتی؟

یہ کتاب قرآن و حدیث کی روشنی میں ان سوالات کا جواب فراہم کرتی ہے، مؤثر انداز بیان، دل نشیں بحث اور علمی اسلوب۔ آفسٹ کی حسین طباعت، خوب صورت سرورق۔ ضخامت ۸۸ صفحات۔ قیمت ۸ روپے

ملنے کا پتہ: مینجر مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱

© rasailojaraid.com